(غلام گردش)

# محبت کا پُل

لیری سیاہاکنز(Larycia Hawkins) سیاسیات کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ ویٹن (Wheaton) کالج میں اپنے شعبہ کی پروفیسر ہیں۔ لیری سیاہ فام ہیں اورامریکی معاشرہ میں سانس لینے والی ایک سادہ سی استاد ہیں۔مگر عام سا انسان نظر آنے کے باوجود وہ ہرگز ہرگز عام نہیں۔ انکے خیالات اور اقدامات نے انہیں بہت ممتاز کرڈالا ہے۔فہم اور ادراک سے بھرپور سوچنے والی ایک بلند قامت شخصیت۔

ویٹن کالج شکاگو میں ہے۔شہر سے تھوڑے فاصلے پر موجود اس درسگاہ میں لیری سیاہاکنز برسوں سے طالبعلموں اور طالبات کو سیاسیات جیسا دقیق مضمون پڑھا رہی ہیں۔کیلیفورنیا اور چند دیگر حادثات کے بعد لیری نے محسوس کیا کہ امریکہ کے مسلمان ایک اَن دیکھے خوف کا شکار ہیں۔ان میں سے اکثریت ایک دباؤ میں زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ بھی محسوس کیا کہ امریکی، ان مسلمانوں کے خوف کا ادراک نہیں کر پا رہے ۔ایک شام کو تنہا بیٹھ کر اپنے آپ سے سوال کیا کہ کیا اسلام اور دہشت گردی کا آپس میں کوئی تعلق ہے۔ اسکا اپنا جواب نفی میں تھا۔ اپنے آپ سے دوسرا سوال کیا کہ کیا مسلمان دہشت گرد ہیں۔سوچتی رہی کیونکہ یہ سوال بہت مشکل بھی تھا اور امریکی معاشرے میں نازک ترین بھی۔ یاد رہے کہ کہ امریکی میڈیا نے چند واقعات کو اس طرح پیش کیا کہ اکثر سادہ لوگ یقین کر بیٹھے ہیں کہ، ہاں مسلمان اور دہشت گردی کا ایک تعلق ہے۔ لیری نے دو دن لیے۔ انتہائی عرق ریزی سے پڑھتی اور سوچتی رہی۔ کئی حادثات کو غور سے پرکھا جن میں مسلمان مرد اور خواتین دہشت گردی میں ملوث پائے گئے۔اسلامی معاشروں کا بھی بغور جائزہ لیا۔ دوسرے سوال کا جواب ملا کہ مسلمان بحیثیت مسلمان دہشت گرد نہیں ہیں۔ یہ جواب پاکستان میں سوچنے ، لکھنے اور بحث کیلئے بہت آسان ہے۔مگر امریکہ جہاں ایک خاص نقطہ نظر کی سوچ غالب آچکی ہے، وہاں اس نتیجہ پر پہنچنا بہت دشوار اور خطرناک ہے۔

لیری سیاہ نے اپنے آپ سے تیسرا سوال کیا۔ عام امریکی بے شک وہ عیسائی یا یہودی ہو، یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو، نے اپنے اردگرد بسنے والے مسلمانوں کے اندرونی خوف اور عدم تحفظ کو ختم کرنے کیلئے کیا ذاتی اقدامات اٹھائے ہیں۔تیسرے سوال کا جواب مکمل نفی میں تھا۔ لیری نے محسوس کیا کہ وہ اور منسلک لوگوں نے اپنے ساتھ رہنے والے مسلمانوں کو محفوظ اور قریب لانے کے کوئی قدم نہیں اٹھائے۔ یہ نفی لیری کی زندگی کو مکمل طور پر تبدیل کر گئی۔ اس نے کچھ دن اپنے سر کو ڈھانپنے کا فیصلہ کرلیا۔سر پر سادہ سا سکارف لینے سے وہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ انسان بنیادی طور پر اچھا ہے مگر انکو برا یا اچھا بنانے میں تمام منفی معاشرتی پہلو نظرانداز کردیے جاتے ہیں۔ اہم پہلوؤں سے صَرف نظر کرکے عامیانہ سی رائے کے مطابق ایک جواب یا سوچ بنالی جاتی ہے جو مختلف مذہبی عقائد کے لوگوں کی زندگی کو سمجھنے سے محروم ہوتی ہے۔

لیری کے ذہن میں یہ بھی تھا کہ وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ امریکہ کے مسلمان اسکو اس بات کی اجازت ہی نہ دیں کہ وہ کرسمس تک اپنے سر پر سکارف باندھ سکے۔ چنانچہ وہ شکاگو کے اسلامی تعلقات عامہ کی کونسل (Council on

(American Islamic Relations کے دفتر چلی گئی۔ ہا کنز وہاں موجود ایک مسلمان سے بار بار پوچھتی رہی کہ کیا اس بات سے ناراض تو نہیں ہو جائینگے کہ وہ دوسرے مذہب سے تعلق رکھنے کے باوجود کچھ دن اپنے سر پر سکارف باندھ رہی ہے۔ اسلامی مرکز کا جواب خوش کن تھا۔ کہا گیا کہ اسکے اس اقدام سے صرف اور صرف یکجہتی کو فروغ ہوگا۔ لہذا ناراض ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیری نے اپنی زندگی کا وہ مضبوط فیصلہ کیا جسکی بازگشت پوری دنیا میں سنائی دی گئی۔ اس نے کرسمس تک مسلمانوں سے یکجہتی ظاہر کرنے کیلئے سر پر حجاب لے لیا۔ اگلے دن وہ پڑھانے کیلئے ویٹن کالج گئی تو حیران کن ردِعمل کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان لڑکے اور لڑکیوں کو بلا کر بتانے لگی، کہ انہیں امریکی معاشرہ میں جگہ جگہ منفی طرزِ عمل کا شکار بنایا جاتا ہے۔ لہذا یہ سب کچھ اس نے یہ ثابت کرنے کیلئے کیا ہے کہ اسلام جیسے انقلابی مذہب کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ عیسائیت ایک عظیم مذہب ہے جسکی بنیاد محبت پر ہے۔ وہ اس جذبۂ محبت کے تحت سب کچھ کر رہی ہے۔ لیری نے اپنی فیس بک پر لکھا۔ "میں اپنے ہمسایہ مسلمان کے ساتھ کھڑی ہوں کیونکہ تمام انسان ایک ہی جیسی مٹی سے بنے ہیں۔ ہم انسانیت کے یکساں قافلہ کے مسافر ہیں۔ اسکے علاوہ میں مسلمانوں کے ساتھ اسلیئے بھی کھڑا ہونا چاہتی ہوں کہ وہ اہل کتاب ہیں"۔

لیری کو ایک بات کا اندازہ نہیں تھا کہ امریکی معاشرہ میں شدت اور انتہا پسندی کس خوفناک حد تک سرایت کر چکی ہے۔ کالج کی انتظامیہ نے اسے "جبری رخصت" پر بھیج دیا۔ لیری کو کالج کیمپس آنے سے منع کر دیا گیا۔ جبری رخصت کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا کہ ویٹن کالج کی انتظامیہ اسکے رویہ کو قوانین کے مطابق جانچے گی۔ کالج کے صدر، فلپ رائی کن (Philip Ryken) نے عجیب سا بیان دیا۔ کہنے لگا کہ ادارہ کی سکارف اور مذہبی یگانگت کے متعلق کوئی پالیسی نہیں ہے۔ مگر لیری کو کن قوانین کے تحت جبری رخصت پر بھجوایا، اس پر مکمل خاموشی اختیار کر لی گئی۔ لیری میں کتنا عظم اور ہمت تھی اور ہے۔ اسکا انتظامیہ کو بالکل اندازہ نہیں تھا۔ لیری نے اپنے جذبات کو سوشل میڈیا پر لکھنا شروع کر دیا۔ پوری دنیا میں کہرام مچ گیا۔ چند دنوں میں لیری ایک ایسی آفاقی خاتون بن کر ابھری جو کسی بھی سیاسی شخصیت سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھی۔ اس کے خیالات کی پختگی نے اسے ایک عالمی شخصیت بنا ڈالا۔ اسکا پیغام ہر جگہ پہنچا اور لوگوں میں سرایت کر گیا۔

امریکہ میں مسلمانوں کے متعلق انتہائی متضاد اور مشکل رویے بھی موجود ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے مسلمانوں کو امریکہ آنے پر پابندی کے متعلق جو شر انگیز بیان دیا ہے، اسکا تجزیہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ صدارت کا کوئی امیدوار اتنا سادہ نہیں ہوتا کہ بغیر مشورے اور تیاری کے کوئی متنازع بیان دے ڈالے۔ اگر کسی بھی امریکی امیدوار کی صدارتی مہم کا جائزہ لیں تو آپ فوراً سمجھ جائینگے کہ اس سطح پر کوئی بھی قدم ماہرین کے مشورہ کے بغیر نہیں اٹھایا جاتا۔ ہر بیان سے پہلے اسکا ردِعمل پرکھا جاتا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کا مسلمانوں کے متعلق بیان ایک سوچا سمجھا قدم ہے۔ وہ مسلسل مشاورت کے بعد دیا گیا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کو سیاسی طور پر اسکا کافی فائدہ بھی ہوا ہے۔ اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امریکہ کو مذہبی عقیدہ کی بنیاد پر تقسیم ہونا چاہیے۔ ریپبلیکن پارٹی میں ٹرمپ کی پذیرائی بڑھ گئی ہے۔ معروضی اعتبار سے ٹرمپ کے امریکی صدر بننے کے امکانات بہت محدود ہیں۔ مگر اس متعصب ذہن کا شخص اگر وائٹ ہاؤس حادثاتی وجہ سے پہنچ

گیا تو مسلمانوں سے کیا سلوک کیا جائیگا، ان پر کوئی دو رائے نہیں ہونگیں۔مسلمانوں کو تیسرے درجہ کا شہری بنا دیا جائیگا۔ہوسکتا ہے کہ میں غلط سوچ رہا ہوں۔اگر مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ مغربی دنیا میں اسلام مخالف قوتوں میں ایک فکری مرکزیت آرہی ہے۔ڈونلڈ ٹرمپ کا بیان اسکی صرف ایک کڑی ہے۔

امریکہ بذات خود ایک مخصوص شدت پسندی کا شکار ہو چکا ہے۔نومبر 2015 میں رابرٹ ڈیر (Robert Dear) نامی شخص نے ایک کلینک میں جاکر شدید فائرنگ کی۔وہاں موجود لوگوں میں سے تین مارے گئے اور نو افراد زخمی ہوگئے۔کولوراڈو (Colorado) میں جب یہ سنگین حادثہ ہوا تو حملہ آور رابرٹ ایک سیاسی جماعت کے نعرے زور زور سے پڑھ رہا تھا۔بالکل اسی طرح نومبر کے دوران مینیاپلز (Minneapolis) میں سیاہ فام لوگ پولیس کے خلاف پُر امن احتجاج کر رہے تھے۔وجہ یہ تھی کہ پولیس نے ایک نہتے سیاہ فام نوجوان کو دن دہاڑے قتل کر دیا تھا۔پُر امن مظاہرے میں مصروف لوگوں کو مزا چھکانے کیلئے دو گورے افراد نے فائرنگ کی۔جس سے پانچ بے گناہ افراد شدید زخمی ہوگئے۔امریکی میڈیا کے مطابق یہ تمام اس ملک میں نسلی انتہا پسندی کو فروغ دینے کی بدولت ہوا ہے۔ڈونلڈ ٹرمپ نے اس پر بھی ایک سوچا سمجھا بیان دیا ہے جس میں پولیس کو سیاہ فام افراد کے خلاف مزید اختیارات دینے کی بات کی گئی ہے۔ان دونوں واقعات کا صرف ایک منطقی نتیجہ ہے کہ مختلف ذہنی سوچ اور کالی چمڑی والا شخص قابلِ تعزیر ہے۔

معاشروں میں ہر سوچ اور فکر کے لوگ پائے جاتے ہیں۔انتہا پسند بھی اور میانہ روی کے حامل بھی۔جنونی بھی اور امن پسند بھی۔کسی بھی معاشرے کو رنگ اور نسل کی بنیاد پر پُر امن یا دہشت گرد قرار نہیں دیا جاسکتا۔کسی بھی مذہب کو انتہا پسندی کا منبع قرار نہیں دیا جاسکتا۔یہ درست ہے کہ دہشت گردی کے اکثر واقعات میں مسلمان ملوث نظر آتے ہیں۔مگر جس طرح پُر امن مسلمان ممالک کو شدت پسندی کا زہر پلایا گیا، وہ سب کے علم میں ہے۔کیا افغانستان کا جہاد رونلڈ ریگن کی اجازت اور مرضی کے بغیر ہوا تھا۔سویٹ یونین کو ختم کرنے کے جنون نے جس پودے کی آبیاری کی تھی، اب اسکی شاخیں ایک اور طریقہ سے مغربی دنیا میں پھل پھول رہی ہیں۔

ہمارے جیسے ممالک میں مذہبی شدت اور انتہا پسندی عروج پر ہے۔فرقہ کی بنیاد پر ہم بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا ثواب سمجھتے ہیں۔مگر اب یہ زہر پوری قوت سے مغربی دنیا کی فکر میں بھی شامل ہو چکا ہے۔لیری سیاہا کنز جیسی معقول اور مہذب آوازیں کمزور سے کمزور تر ہوتی جارہی ہیں۔انکو مضبوط کرنا چاہیے، کیونکہ یہ قیمتی افراد ہیں۔یہ تمام لوگ رنگ اور مذہبی منافرت کے دریا کے اوپر اعتدال پسندی اور یگانگت کا وہ مضبوط راستہ ہے جس کی بدولت لوگ قربت کا سفر کر سکتے ہیں۔اکیسویں صدی میں محبت کے اس طاقتور مگر کمزور پُل کی حفاظت کرنی چاہیے!

راؤ منظر حیات

Dated:18-12-2015